حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اور

ردِّ قادیانیت

مرتب

محمد صدیق ہزاروی

رضا اکیڈمی ○ لاہور

پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برصغیر پر انگریز کے غاصبانہ قبضے سے جہاں مسلمانان ہند کو سیاسی طور پر دھچکا لگا وہاں مذہبی اعتبار سے بھی قوم مسلم ایک بہت بڑے حادثے سے دوچار ہوئی' یہ حادثہ ایک وقتی حادثہ نہ تھا بلکہ آج بھی جسد مسلم اس زہریلے ناسور سے محفوظ نہیں اور مسلمان قوم انتشار و افتراق کا شکار ہو کر دشمنان اسلام کی آماجگاہ بن چکی ہے لیکن خوش آئند پہلو یہ ہے کہ جہاں انگریز کو مسلمانوں کے اندر سے غدار مہیا ہوئے اور انہوں نے سرکاری سرپرستی میں امت میں تفریق کا وہ بیج بویا جس کی فصل قیامت تک کاٹی جاتی رہے گی وہاں وعدہ خداوندی کے مطابق تحفظ ناموس رسالت اور ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے خطہ ہند و پاک ان نفوس قدسیہ کے قدوم میمنت لزوم سے بھی مشرف ہوا جن کی خدمات جلیلہ تاریخ اسلام کے صفحات پر تاقیامت جگمگاتی رہیں گی۔

ان مجاہدین اسلام میں سے دو عظیم شخصیتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے دو اہم محاذوں پر دشمن کی سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے جو تگ و دو کی ہے اس کا انکار آفتاب نیمروز سے چشم پوشی کے مترادف ہے اور قطب عالم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تحفظ ختم نبوت اور جہاد اسلام کی بقاء کے لئے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے اس سے صرف نظر کی کہیں گنجائش نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی دجال کے تعاقب کے سلسلے میں حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمات کا اجمالی اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مساعی کا قدرے تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے۔ تحریک وہابیت (جسے علماء دیوبند کی تائید بھی حاصل تھی) اور تحریک قادیانیت کے پس منظر سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

انگریز یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ برصغیر میں اس کے حقیقی مخالف مسلمان ہیں کیونکہ ہندوستان کی

حکومت کے اصل وارث مسلمان ہی ہیں اور انگریز نے دجل و فریب کے ذریعے مسلمانوں سے ہی اقتدار چھین کر اس پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا چنانچہ اس نے مسلمانوں کی قوت کو پاش پاش کرنے اور ان کی جمعیت کو کمزور کرنے کے لئے پوری منصوبہ بندی سے کام کیا۔ اسے سابقہ تجربوں اور باقاعدہ تحقیق کے ذریعے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کو میدان جنگ میں شکست دینا آسان کام نہیں لہٰذا مسلمانوں میں سے غدار تلاش کر کے ان کے ذریعے مسلمانوں کی اس قوت کو ختم کر دیا جائے جس کے لئے وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور وہ دو باتیں ہیں۔ (۱) محبت رسول ﷺ اور (۲) جذبۂ جہاد۔ چنانچہ "بیس بڑے مسلمان" نامی کتاب کے مقدمے میں علامہ خالد محمود (دیوبندی) رقمطراز ہیں۔

"۱۸۷۰ء میں لندن (London) میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکور (انگریزوں نے جو کمیشن مقرر کیا تھا) کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین کردہ مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ (The arrival of British Empire in India) "دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا" کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں"۔

رپورٹ سربراہ کمیشن (Sir William Hunter) "سر ولیم ہنٹر"۔۔۔ "مسلمانوں کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لمحہ تیار ہیں ان کی یہ کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے"۔

"رپورٹ پادری صاحبان"۔۔۔ "یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقۂ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ کام ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت سے شکست دے چکے ہیں وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو چکا ہے تو ان حالات میں

ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔"(۱)
چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے انگریز کی نظر انتخاب "مرزا غلام احمد قادیانی" پر پڑی جسے پہلے جھوٹے نبی کی صورت میں پیش کر کے عوام کی عقیدت کا مرکز بنانے کی کوشش کی گئی اور پھر اس غدار سے "جہاد اسلام کے خلاف فتویٰ" دلایا گیا تاکہ ملت اسلامیہ 'انگریز غاصب کے خلاف جہاد کے لئے تیار نہ ہو۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے بتدریج جہاد کی شدت کو کم کر دیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بچوں کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کا قتل ممنوع قرار پایا اور اب میرے زمانے میں جہاد کو قطعی طور پر منسوخ کر دیا گیا۔"(۲)

مرزا قادیانی نے جہاد کے خلاف فتویٰ انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر اور ان کے اشارے سے دیا اس کا ثبوت اس کا اپنا یہ بیان ہے۔ کہتا ہے

"بعض احمق اور نادان یوں سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ (برطانیہ) سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ سوال ان کا نہایت ہی حماقت کا سوال ہے۔ جس کے احسانات کا شکر عین فرض اور واجب ہو اس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی کا کام ہے۔"(۳)

(مرزائیوں کو اپنے متنبی (جھوٹے نبی) کی یہ زبان اور اخلاق مبارک ہو)

یہ بات تو واضح ہو گئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو جذبہ ء جہاد سے محروم کر کے ہمیشہ کے لئے انگریزوں کا غلام بنانا تھا لیکن انگریزوں نے ایک دوسرا طبقہ بھی تیار کیا جس کی ذمہ داری مسلمانان ہند کے دلوں کو محبت رسول ﷺ کی دولت سے محروم کرنا تھا جو مسلمان کی سب سے گراں مایہ متاع حیات ہے۔

علامہ خالد محمود نے ایک خاص مکتب فکر سے تعلق کی وجہ سے اس سازش سے پردہ نہ اٹھایا جو یقیناً قلمی خیانت کے زمرے میں آتی ہے لیکن حقیقت بہرحال حقیقت ہوتی ہے وہ لاکھ پردوں کے پیچھے بھی ہو تو آشکارا ہو جاتی ہے۔

برصغیر میں "عشق مصطفیٰ ﷺ" کے روشن چراغ کو بجھانے کی مذموم سعی کے لئے "اسماعیل دہلوی" نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" کے ذریعے امت مسلمہ کے انتشار و افتراق میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مولوی سید احمد رضا بجنوری (دیوبندی) نے بھی اس حقیقت کا برملا

اعتراف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانانِ ہند و پاک جن کی تعداد انیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً" نوے فیصد حنفی المسلک ہیں' دو گروہوں میں بٹ گئے' ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔" (۴)

یہ کتاب بھی انگریز کے اشارے پر لکھی گئی یا کم از کم انگریز نے اسے پسند کیا کیونکہ یہ اس کے مقاصد کو پورا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔

ڈاکٹر قمر النساء نے ایم اے عربی میں "علامہ فضل حق خیر آبادی" کتاب لکھ کر "عثمانیہ یونیورسٹی" حیدر آباد دکن سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی' اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی کو لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب "تقویتہ الایمان" بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے۔" (۵)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت زید ابو الحسن فاروقی لکھتے ہیں:

"انگریزوں نے وہ ہنگامے دیکھے جو ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۵ء میں دلی کی جامع مسجد میں ہوئے اور پھر دیکھا کہ کس طرح مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹے اور یہ سب کچھ اس کتاب کی وجہ سے ہوا لہٰذا اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا جائے تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں' وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت کرے۔" (۶)

اس طولانی تمہید کا مقصد قارئین پر واضح کرنا ہے کہ یہ دونوں تحریکیں انگریز کی مرہونِ منت اور مسلمانوں کے خلاف اس کی سازش کی پیداوار ہیں۔ یہاں یہ بات عرض کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ مرزا غلام احمد کا خاندان انگریزوں کا خیر خواہ اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مرزا غلام احمد کے خاندان نے مسلمان حریت پسندوں کے خلاف اور انگریزوں کے حق میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مرزا غلام مرتضیٰ (مرزا غلام احمد کے والد) جو کہ اب بوڑھے ہو چکے تھے اور خود فوجی خدمت کے قابل نہ رہے تھے نے پچاس گھوڑے مع سوار انگریزوں کی خدمت میں پیش کیے اور اپنے بیٹے مرزا غلام قادر (جو کہ مرزا غلام احمد سے بڑا تھا) کو باقاعدہ انگریزی فوج میں بھرتی کروا دیا جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی ایماء پر

شرکت کر کے سیالکوٹ کے حریت پسندوں کو تہ تیغ کیا کیونکہ وہ اس وقت ۴۶ نیو انفنٹری میں ملازم تھا جو جنرل نکلسن کی قیادت میں اسی مہم پر مامور تھی۔ (۷)

مرزا غلام احمد نے خود ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے میرا والد مرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر گرفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کی مدد کی تھی یعنی پچاس گھوڑے اور سوار بہم پہنچا کر عین زمانہء غدر کے وقت میں سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔" (۸)

ہندوستان میں تحریک وہابیت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے مرشد سید احمد بریلوی بھی اسی طرح انگریز کے خیر خواہ اور مسلمانوں کے دشمن تھے جس طرح مرزا غلام احمد کے خاندان نے انگریز کی نمک حلالی کا ثبوت دیا ہے۔

مولوی محمد حسین لاہوری نے لکھا ہے:

"مفسدہ ۱۸۵۷ء (جنگ آزادی کو مفسدہ قرار دے رہے ہیں) میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن و حدیث مفسد اور باغی بدکردار تھے اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین قرآن و حدیث سے بے بہرہ تھے (حالانکہ تحریک آزادی کے جہاد میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر اکابر علماء اہلسنت شریک تھے "ہزاروی") --- یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن میں رہتے تھے) نہیں لڑے۔" (۹)

اس سے پہلے کہ گفتگو کو آگے بڑھایا جائے مولوی اسماعیل دہلوی کی علمیت کا خود ان کے گھر کی شہادت سے تذکرہ ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کی دیانت کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹے کہ علماء اہلسنت جنہوں نے تحریک آزادی میں حصہ لیا ان کو قرآن و سنت سے بے بہرہ اور اسماعیل دہلوی کو قرآن و سنت سے باخبر قرار دیا جا رہا ہے۔

ارواح ثلاثہ میں ہے:

"مولانا محمد علی اور مولانا احمد علی نے شاہ عبد العزیزؒ سے کہا مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کر دیا ہے اس سے مفسدہ پیدا ہو گا۔ شاہ عبد العزیزؒ نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبد القادرؒ سے کہا میاں! تم اسماعیل کو سمجھا دو کہ رفع یدین نہ کرے۔ انہوں نے کہا حضرت میں کہہ تو دوں گا مگر وہ مانے گا

نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا اور پھر شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی اسماعیل کو کہلوایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو خواہ مخواہ فتنہ ہو گا۔ مولوی اسماعیل نے مولوی یعقوب سے کہا اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے **من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید**۔ جو آدمی میری امت کے فساد کے وقت میری حدیث پر عمل کرے اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے۔" (۱۰)

جب یہ جواب شاہ عبدالقادر کو پہنچا تو انہوں نے کہا ہم تو سمجھے تھے اسماعیل عالم ہو گیا ہے مگر وہ ایک حدیث کا معنی بھی نہیں سمجھا یہ حکم تو اس وقت ہے جب سنت کے مقابلے میں خلاف سنت ہو اور **ما نحن فیہ** (ہمارے زیر بحث مسئلہ) میں سنت کے مقابلے میں دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے ارسال (ہاتھ نہ اٹھانا) بھی سنت ہے (۱۱) (حالانکہ اب ہاتھ نہ اٹھانا سنت ہے کیونکہ یہ بعد کا عمل اور حکم ہے 'ہزاروی)

"ہمفرے کے اعترافات" سے واضح ہوتا ہے کہ تحریک وہابیت کا (اصل) بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی انگریزوں کا ایجنٹ تھا۔ برطانوی جاسوس ہمفرے جسے اسلامی ممالک میں متعین کیا گیا تھا اس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنے دام تزویر میں پھنسایا اور پھر اس سے مسلمانوں کے درمیان افتراق پیدا کرنے اور ان کے مسلمہ عقائد کے خلاف اپنے من گھڑت عقائد رائج کرنے کے لئے استعمال کیا حتی کہ محمد بن عبدالوہاب بھی مرزا قادیانی کی طرح جہاد کے خلاف انگریزوں کی چال کا شکار ہو گیا اس سلسلے میں درج ذیل اقتباس قابل توجہ ہے (ہمفرے کہتا ہے) میں نے آہستہ آہستہ اس اونچی اڑان والے خود پرست انسان (محمد بن عبدالوہاب) کو اپنی گفتگو کی لپیٹ میں لینا شروع کیا یہاں تک کہ اس نے حقیقت سے کچھ زیادہ ہی آزاد خیال بننے کی کوشش کی۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کیا جہاد واجب ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں خداوند عالم فرماتا ہے کافروں سے جنگ کرو۔

میں نے کہا' خداوند عالم فرماتا ہے کافروں اور منافقوں دونوں سے جنگ کرو اور اگر منافقوں سے جنگ واجب ہے تو پھر پیغمبر ﷺ نے منافقوں سے جنگ کیوں نہیں کی؟

محمد بن عبدالوہاب نے جواب دیا جہاد صرف میدان جنگ ہی میں نہیں ہوتا پیغمبر خدا نے اپنی رفتار و گفتار کے ذریعے منافقوں سے جنگ کی ہے۔ میں نے کہا' پھر اس صورت میں کفار کے ساتھ جنگ بھی رفتار و گفتار کے ساتھ واجب ہے۔ اس نے جواب دیا' نہیں اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے جنگ کے میدان میں ان کے ساتھ جہاد کیا ہے۔

میں نے کہا' کفار کے ساتھ رسول خدا ﷺ کی جنگ اپنے دفاع کے لئے تھی کیونکہ وہ ان

کی جان کے دشمن تھے۔

محمد بن عبدالوہاب نے اپنا سر ہلایا اور میں نے محسوس کیا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

گویا انگریز نے نجدی اور اس کے پیروکاروں کی تلوار کا رخ اپنے آپ سے ہٹا کر مسلمانوں کی طرف کر دیا۔(۱۲)

چنانچہ جہاں اس نے مسلمانوں کے مسلمہ عقائد و معمولات پر شبخون مارا وہاں ان کا ناحق خون بھی کیا اور ہندوستان میں نجدی کے سب سے پہلے پیروکار اسماعیل دہلوی نے بھی یہی راہ اختیار کی۔

حضرت ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:

"مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی میں وہی قدم اٹھایا جو نجدی اٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے وہ قتل کیا جائے اور یہ مسلک اہل ہوا کا ہے۔"(۱۳)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب نے ناکردہ گناہ عاجز مسلمانوں پر شبخون مارنے اور قتل کرنے کے لئے خوارج وغیرہ کے مسلک کو اختیار کیا اور مولانا اسماعیل نے چارسدہ پہنچتے ہی وہی راہ و روش اختیار کی اور عاجز مسلمانوں کو قتل کرنے کا فتویٰ صادر کر دیا۔"(۱۴)

کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کا قتل جائز قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف انگریزوں کے خلاف جہاد کو غداری سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

"یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریز سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو و ریا اور غیر متعصب سرکار سے کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔"(۱۵)

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان دو بڑے فتنوں اور سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جہاں دیگر علماء اہلسنت اپنی مساعی بروئے کار لائے وہاں اس سلسلے میں اعلیٰ امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قیادت و امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اول الذکر نے علمی، تحقیقی، فقہی کاوشوں کے ساتھ ساتھ تحفظ ناموس رسالت کی ذمہ داری کو جس احسن انداز میں نبھایا برصغیر کے علماء میں یہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں گستاخان رسول کی سرکوبی کی وہاں قادیانی دجال کے رد سے بھی غفلت نہیں برتی۔ آپ نے دس

وجوہ سے مرزا غلام احمد کا کفر ثابت کیا ہے۔ آپ کے اسی فتویٰ کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خالد بشیر احمد اپنی کتاب "تاریخ محاسبہء قادیانیت" میں لکھتے ہیں:

"ذیل کا فتویٰ آپ (امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ) کی علمی استطاعت، فقہی دانش اور دینی بصیرت کا ایک تاریخی شاہکار ہے جس میں آپ نے مرزا غلام احمد کے کفر کو خود ان کے دعاوی کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے یہ فتویٰ مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزانہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔"(۱۶)

اس سے پہلے آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" کے نام سے ایک رسالہ مبارکہ لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے تحت حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دونوں کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی گئی اور اس میں نام نہاد مسلمانوں کی غداری کی وجہ سے بظاہر مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور اب انہوں نے اپنے منصوبے پر تیزی سے کام شروع کر دیا لیکن الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ گستاخانہ لٹریچر کے خلاف اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ فتنہء قادیانیت کے خلاف اس طرح میدان میں اترے کہ انگریز اپنے مذموم مقاصد میں کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکا۔

مرزا غلام احمد سکھ حکومت کے آخری دور میں ضلع گورداسپور کے قصبے قادیان میں پیدا ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں اس کی عمر ۱۶ یا ۱۷ سال تھی۔ ابتدائی دور میں کچھ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد (جو ابھی ادھوری تھی) ملازمت اختیار کر لی جو بعد میں چھوڑ دی گئی تذکرہ نگاروں کے مطابق دوران ملازمت مرزا نے سیالکوٹ میں عیسائیوں سے مناظرے شروع کئے لیکن اندرون خانہ وہ علیحدگی میں پادریوں سے ملتے بھی رہے اور پادری بھی ان سے ملاقات کے لئے جاتے تھے۔

ملازمت سے استعفیٰ دینے کے کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد قادیان میں گھر پر رہنے اور پھر لاہور میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس مسجد چینیاں والی میں سکونت اختیار کر لی ان دنوں لاہور کی مذہبی فضا کو ایک ہندو پنڈت دیانند سرسوتی کے مناظروں نے اچھا خاصا مکدر کر رکھا تھا۔ مرزا غلام احمد نے حصول شہرت اور مسلمانوں کو اپنی طرف راغب کر کے پادریوں سے حاصل ہونے والی خفیہ پالیسیوں پر عملدرآمد کے لئے پنڈت جی سے اور (دکھاوے کے لئے) پادریوں سے مناظرے شروع کر دیئے۔

جب لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا تو الہامات کا زور وسیع پیمانے پر شروع کر دیا اور تنہائی میں جو الہامات سوچ کر گھڑنے جاتے ایک ہندو لڑکے سے لکھوا لئے جاتے جو اس مقصد کے لئے

ملازم رکھا گیا تھا۔ حصول شہرت کے لئے دوسرے مرحلے پر انہوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا چنانچہ ۱۸۷۹ء میں مرزا غلام احمد نے ایک کتاب "براہین احمدیہ" کے نام سے لکھ ڈالی۔

۱۸۸۰ء میں جب مرزا کی شخصیت ہر طرف متعارف ہو چکی تھی اور تالیف و تصنیف کے نام پر ایک خاصی رقم بھی اکٹھی ہو گئی تو مرزا نے اگلا قدم یوں اٹھایا کہ "مامور من اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا کہ ■ اسلام کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں اور دیگر تمام مذاہب کو مطمئن کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد مرزا غلام احمد نے دعویٰ نبوت کی طرف قدم بڑھایا اور اس سے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

۱۸۸۴ء میں جب "براہین احمدیہ" کی چار جلدیں مکمل ہوئیں تو اہل علم حضرات میں بھی مرزا صاحب کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔

یہ دعویٰ نبوت کی بنیاد تھی چنانچہ مرزا غلام احمد خود کہتا ہے:

"یہ عاجز خدا کی طرف سے امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اسکے لئے نبوت تمام نہیں ہوتی مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے"۔(۱۷)

اس کے بعد حکیم نور الدین کے مشورے سے "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کیا' مرزا لکھتا ہے:

"جو کچھ اس مخدوم نے تحریر فرمایا ہے اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل موعود کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو کیا حرج ہے۔"(۱۸)

یہ ۱۸۹۱ء کی بات ہے اور ۱۸۹۰ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جن کی عمر اس وقت ۳۴ سال تھی حج کی غرض سے حرمین طیبین تشریف لے گئے۔ جب وہاں آپ کی ملاقات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے ہوئی تو انہوں نے کشف کی بناء پر حضرت پیر صاحب کو آگاہ فرمایا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک عظیم فتنہ ظاہر ہونے والا ہے ایسے میں آپ ہندوستان میں زیادہ بہتر خدمات انجام دے سکیں گے کیونکہ اس وقت اگر آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنے سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ آپ حضرت حاجی صاحب کی خواہش کے مطابق واپس ہندوستان تشریف لائے جس کے ایک سال بعد ۱۸۹۱ء میں مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا جو بعد میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم فتنہ ثابت ہوا۔(۱۹)

حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم رویا میں آنحضرت ﷺ نے مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر

رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔(۲۰)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے اشارے اور حضور علیہ السلام کی زیارت اور ارشاد گرامی کی وجہ سے آپ اس فتنے سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے۔

اسی اثناء میں آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ایک مطبوعہ دعوت نامہ موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ میں (مرزا غلام احمد) مسیح موعود ہوں اور ہندوستان میں احیاء دین اور عروج اسلام کے لئے مامور کیا گیا ہوں آپ اس کام میں میری مدد کریں۔

حضرت خواجہ عالم نے جواب میں لکھ بھیجا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد نے ایک اور اشتہار کے ذریعے ہندوستان کے تمام درویش صفت بزرگوں کو ایک چیلنج کیا لیکن کسی بھی بزرگ نے اس کی طرف توجہ نہ دی تو مرزا نے جھنجلاہٹ میں اخبار "ایام الصلح" میں یہ اشتہار دیا۔

"اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں کہ وہ میری برابری کی لاف مار سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض از راہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں اور چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی کہلاتے ہیں ذرا ان کو میرے سامنے تو لاؤ۔"

چنانچہ اس چیلنج کو حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے قبول کیا اور ۱۸۹۹ء میں "شمس الہدایت" کے نام سے ایک اہم رسالہ شائع کر کے تمام ہندوستان میں تقسیم فرمایا۔ یہ رسالہ مبارکہ تمام اہل علم نے پسند کیا۔ آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت علمی انداز میں ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب تشریف لائیں گے۔

آپ نے اس رسالہ کی ایک کاپی مرزا غلام احمد کے نام بھی بھیجی جس سے قادیان میں ایک شور برپا ہو گیا اور ملک کے طول و عرض میں مرزا غلام احمد کے عقائد کے خلاف ایک ہلچل مچ گئی۔

اس سے پہلے کہ اگلے مرحلے کا ذکر کیا جائے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ حضرت پیر صاحب سے پہلے مرزا غلام احمد کے ساتھ جتنے لوگوں نے مقابلہ کی کوشش کی ان کی مساعی کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے لانے میں ناکام رہی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ مناظرہ طے ہوا لیکن مرزا غلام احمد کی کچھ شرائط انہیں منظور نہ تھیں لہٰذا یہ معاملہ یہاں ہی ختم ہو گیا۔

علمائے لدھیانہ کے ساتھ مناظرہ کے سلسلے میں مرزا نے ان کی شرائط کو منظور نہ کیا اس کے بعد

مرزائیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے مولوی محمد حسن بٹالوی سے مناظرہ کیا لیکن یہ بحث بھی جلد ہی ختم کردی گئی اور مناظرہ بے نتیجہ رہا۔

اس کے علاوہ مولوی عبدالحق غزنوی امرتسری کا مباہلہ، دہلی میں مولوی نذیر حسین دہلوی کے ساتھ مناظرہ اور سرسید احمد خان کے ساتھ خط و کتابت، یہ تمام کوششیں اپنی جگہ مسلم ہیں لیکن جس طرح حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمتہ نے قادیانی دجال کی گرفت فرمائی ہے وہ ایک ناقابل تردید کامیاب کوشش ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت پیر صاحب کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ قلمی میدان میں آپ کو نہ صرف اس اعتبار سے سبقت حاصل ہے کہ سب سے پہلے مرزا کے خلاف آپ کا قلم حرکت میں آیا بلکہ آج تک رد قادیانیت میں لکھی جانے والی کتب میں علمی اعتبار سے آپ کی کتب سب سے آگے ہیں۔ مولانا رفیق دلاوری نے لکھا ہے:

"مرزائیت کی تردید میں جو ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی گئیں ان میں شاید سب سے پہلی کتاب "شمس الہدایت" تھی جو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے آج سے تقریباً" چالیس سال پہلے زیب رقم فرمائی۔ اس کتاب میں مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کو اس طرح منقح کیا گیا ہے کہ اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرزائی حلقوں میں کہرام مچ گیا۔" (۲۱)

مرزا غلام احمد نے شمس الہدایت کا جواب دینے کی بجائے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو عربی میں تفسیر نویسی کے تحریری مناظرے کا چیلنج دیا اس سلسلے میں قادیانی کے اشتہار کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:

"مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کو پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی صورت نکالیں اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورت (اگر چالیس آیات سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) اول تو یہ دعا کریں کہ الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورت کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اس جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد فرما اور جو شخص ہم دونوں میں سے تیری مرضی کے مخالف ہے اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے ——— پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کردیں اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار"۔

اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی نے پورے ہندوستان کے مقتدر علماء کرام کو پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ

علیہ کے ساتھ ہی چیلنج دے دیا اس اشتہار میں مختلف مکاتب فکر کے چھیاسی جید علماء و مشائخ کے اسماء گرامی درج ہیں۔

قادیانی کا اشتہار ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو گولڑہ شریف میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کو موصول ہوا۔ آپ نے اسی دن اس کا جواب تحریر کر کے راولپنڈی کے ایک اخبار "چودھویں صدی" میں شائع کرا دیا اور مرزا قادیانی کی خواہش کے مطابق یہ جواب اشتہار کی صورت میں پانچ ہزار کاپیاں چھپوا کر پورے ہندوستان کے علماء کرام اور عوام تک پہنچادیں۔

آپ نے اپنے جوابی اشتہار میں مرزا قادیانی کو جو کچھ لکھا اس کا یہ ایک اقتباس آپ کی علمی جلالت اور ہمت و استقامت کا واضح ثبوت ہے۔ آپ نے لکھا ـــــ

مجھ کو دعوت حاضر جلسہ منعقدہ لاہور بمع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسرو چشم منظور ہے میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گذارش کو بہ سلک شرائط مجوزہ منسلک فرمائیں گے وہ یہ کہ مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت' لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو پایہ ثبوت تک پہنچادیں ـــــ بعد اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو پایہء ثبوت تک نہیں پہنچا سکے مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنا ہوگی ـــــ بعد اس کے عقائد معدودہ مرزا صاحب ہیں جن میں جناب ساری امت سے متفرد ہیں۔ بحث تقریری و اظہار رائے ہو کر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دی جائے گی۔ یہ وہ شرط ہے کہ جناب کے دعویٰ اور تحقیق حق کے لئے عند العقلاء مقتضی بالطبع ہے ظاہر ہے کہ تیز نویسی اور قافیہ منجی کو بعد بطلان مضامین کے کچھ وقعت اور عظمت نہیں۔

حقیقت مضامین کا محفوظ رہنا عیاران صداقت کے لئے مہتمم بالشان ہے اظہار حقیقت اس کے بغیر متصور ہی نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف قرآنیہ سے تو ان کی تصانیف بھری ہوئی ہیں اور وہی جناب کے دعویٰ کو عدم حقیقت کی وجہ سے دھبہ لگا رہے ہیں۔ علماء کرام کی تحریرات اور اہل دیانت و فہم کامل کی تقریرات اس پر شاہد ہیں۔ تیز نویسی چونکہ بروز عیسوی اور بروز محمدی سے بالکل اجنبی اور برطرف ہے للذا اس کو موخر رکھا جائے گا۔ اس شرط کی منظوری سے مع تاریخ مقررہ کے مشرف فرمائیں نہایت ممنون ہو کر حاضر ہوں گا ـــــ

آپ نے پیشن گوئی فرماتے ہوئے فرمایا۔

قانون فطرت اور کرات و مرات کا تجربہ مع شہادت "ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" (اور تم ہر گز اللہ تعالٰی کی سنت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے) کے پیش گوئی کر رہا ہوں کہ آپ کو عین وقت بحث میں الہام ہکوتی ہو جائے گا آپ فرمائیں اس کا کیا علاج ہو گا ـــــ مشائخ عظام اور علماء کرام کی

تشریف آوری سے بغیر از تضیع اوقات و تکلیف عبث کیا حاصل ہو گا۔ لہذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیاز مند ان کا حاضر ہو جائے گا بشرط معروض الصدر نامنظوری شرط مذکور یا غیر حاضری جناب کی دلیل ہو گی آپ کے کاذب ہونے پر۔۔۔۔۔ حسب طلب یہ اشتہار بذریعہ رجسٹری ابلاغ ہے اور میں برائے اختیار اشتہار دعوت ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور مقرر کرتا ہوں برائے مہربانی آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لائیں۔(۲۲)

آپ کے اس اشتہار کے علاوہ ہندوستان بھر سے ساٹھ علماء کرام کی جانب سے بھی ایک اشتہار شائع ہوا جس میں انہوں نے مرزا صاحب کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ۲۵ اگست کو لاہور پہنچنے کا اعلان کیا نیز اسی اشتہار میں علماء کرام نے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شرط برائے مناظرہ تقریری کو جائز اور ضروری قرار دیا تاکہ اصل مسئلہ بھی اس کے ساتھ ہی حل ہو جائے۔۔۔۔۔

علماء کرام نے اعلان کیا کہ علم تفسیر اور عربی کمالات کا مظاہرہ ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے جبکہ مرزا صاحب کے دعاوی اور ان پر بات چیت ایک بنیادی امر ہے۔

ہندوستان بھر کے لوگ ۲۵ اگست کا شدت سے انتظار کر رہے تھے لیکن حضرت پیر صاحب نے تقریری مناظرہ کی جو شرط رکھی تھی اور اس بات کا تعلق بنیادی اختلاف سے تھا۔ اس نے مرزا قادیانی کے چھکے چھڑا دیئے چنانچہ مباحثہ میں صرف چار دن باقی تھے کہ قادیانیوں کی طرف ایک اطلاع نامہ گولڑہ شریف پہنچا کہ مرزا صاحب کو تقریری مناظرہ کی شرط منظور نہیں۔

اس کے جواب میں ایک خط بذریعہ رجسٹری مرزا قادیانی کو ارسال کیا گیا کہ اگر وہ مباحثہ کی شرائط میں ترمیم کرانا چاہتے ہیں تو بروقت اطلاع کریں لیکن مرزا صاحب پہلے تو خاموش رہے اور بعد میں نامنظوری کا پروانہ گولڑہ شریف روانہ کر دیا۔

اس کے بعد ۲۱ یا ۲۲ اگست کو حضرت پیر صاحب کی طرف سے راولپنڈی سے ایک اعلان شائع ہوا کہ آپ ۲۵ اگست کو تقریری اور تحریری مناظرہ کے لئے لاہور تشریف لے جائیں گے۔

چنانچہ اس اعلان کے ساتھ ہی ہندوستان بھر سے تمام مکاتب فکر کے لوگ حتیٰ کہ مرزائی بھی لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔ لاہور میں ایک میلے کا سماں تھا' مدارس دینیہ' سرائیں' ہوٹل اور مسجدیں باہر سے آنے والوں سے بھر گئیں۔

تمام مکاتب فکر کے لوگ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت پر متفق ہو چکے تھے۔

جناب خالد بشیر احمد لکھتے ہیں:

"ایک اور خاص بات جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ایک پلیٹ فارم پر جمع تھے اور اتفاق و برکت کی لہر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی"۔

جس کا سہرا اسلام کے نامور فرزند پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر تھا وہی اس پورے معرکہ میں ایک راہبرو راہنما کی حیثیت رکھتے تھے کیونکہ عملی طور پر تمام اسلامی فرقوں نے انہیں اس معاملہ میں قائد تسلیم کر لیا تھا۔(۲۴)

لاہور اسٹیشن پر حضرت تاجدار گولڑہ کا شاندار استقبال ہوا۔ علماء کرام کی ایک خاص تعداد آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ کو ایک جلوس کی شکل میں برکت علی ہال موچی دروازہ (لاہور) لایا گیا جہاں شہر کے علماء کرام اکٹھے تھے۔ آپ نے دیر تک قادیانیت اور اس کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال فرمایا۔ مولانا غلام محمد بگوی (امام بادشاہی مسجد) اور مولانا عبدالجبار امرتسری نے اہل محفل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رد مرزائیت میں جو استدلال حضرت پیر مہر علی شاہ نے اختیار کیا ہے اس کا جواب ممکن نہیں۔

۲۵ اگست کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک جم غفیر تھا' پولیس نے مسجد کو گھیرے میں لے رکھا تھا' مرزائی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ مرزا صاحب ضرور تشریف لائیں گے اور انہوں نے مرزا قادیانی کو لانے کی بہت کوشش کی لیکن سب بے سود۔۔۔۔۔

پھر جب آخری وفد مرزا کے نہ آنے کی اطلاع لے کر آیا تو قادیانی حلقوں میں انتشار بپا ہوا' کئی قادیانی تائب ہو گئے اور بعض نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہ حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت اور آپ کی قیادت میں مسلمانوں کی یلغار تھی کہ جس نے قادیانیت کا منہ پھیر دیا اور شاہی مسجد میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں علماء اسلام نے قادیانیت کے تار و پود بکھیر دیئے۔ حضرت پیر صاحب کی صدارت میں مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کرام نے خطاب کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جو شخص اس عقیدے کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں مرزا کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اسے شکست فاش دی وہاں مرزا کی کتاب شمس بازغہ کے رد میں سیف چشتیائی تحریر فرمائی جس کے ذریعے آپ نے مرزائیت کے تمام بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے اور آج تک الحمدللہ امت مرزائیہ اس کا جواب لکھنے سے قاصر ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سیف چشتیائی میں ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا درج کرنے کے بعد لکھا۔

اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج و عمرہ کریں گے اور میری قبر پر کھڑے ہو کر سلام پیش کریں گے اور میں اس کا جواب دوں گا۔۔۔۔۔۔

اور ہم پیشن گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً" میں حاضر ہو کر سلام کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہو گی۔ (۲۴)

چنانچہ آپ کی پیشن گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ تو حج نصیب ہوا اور نہ ہی روضہ شریف کی حاضری جو مسیح موعود کے لئے ضروری تھی جس سے اس کا کذب واضح ہو گیا۔

"کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مصداق مرزا قادیانی نے اپنی خفت کو مٹانے کے لئے ۱۹۰۷ء میں اپنے حلقے میں یہ بات مشہور کرادی کہ اس سال آنے والے جیٹھ کے مہینے میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہو جائے گا۔ یہ سن کر آپ کے مریدین بہت پریشان ہوئے کہ کہیں قادیانی آپ کو قتل نہ کرا دیں۔ آپ کے مرید خاص میاں محمد قریشی (سرگودھا) نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کے لئے خاص حفاظت کا بندوبست کیا جائے لیکن آپ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا میاں محمد! موت برحق ہے لیکن تسلی رکھیں اس جیٹھ میں میرا انتقال نہیں ہو گا چنانچہ ۱۹۰۸ء میں جب جیٹھ کا مہینہ آیا تو مرزا صاحب انتقال کر گئے اس کے بعد جب میاں محمد قریشی سے ملاقات ہوئی تو حضرت پیر صاحب نے برجستہ فرمایا: **الجیٹھ بالجیٹھ** کہ جیٹھ 'جیٹھ سے بدل گیا۔

یوں "جاء الحق وزھق الباطل" کی عملی تفسیر کے طور پر حضرت پیر صاحب اس کے بعد انیس سال تک خدمت دین اسلام اور اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور تاریخ کے اوراق پر ثبت ہو گیا کہ برصغیر کے دجال کو حضرت تاجدار گولڑہ کے ہاتھوں سے شکست فاش ہوئی اور ۱۸۵۶ء میں تحفظ ناموس رسالت کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر جن دو عظیم شخصیتوں کو پیدا فرمایا انہوں نے امت مسلمہ کو گستاخیٔ رسول کے عظیم فتنہ اور قادیانی دجال کے مہیب مکر سے بچالیا اور آج جہاں حضرت امام احمد رضا بریلوی کی مساعیٔ جلیلہ سے ہر سو عظمت مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے لہرا رہے ہیں وہاں مرزا قادیانی کی ذریت کے لئے ہند و پاک کی سرزمین تنگ ہو چکی ہے اور وہ اپنے قدیم آقاؤں کی سرپرستی میں برطانیہ میں سرگرم فتنہ ہیں' اس کا سہرا خصوصی طور پر حضرت خواجہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سر ہے اللہ تعالیٰ ان کے مزار پر انوار پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں اس عظیم جہاد کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ اظہار عقیدت کے لئے چند صفحات تحریر کر دیئے ہیں اصحاب ذوق مزید معلومات کے لئے رد قادیانیت میں لکھی گئیں کتب بالخصوص سیف چشتیائی' تاریخ محاسبہ قادیانیت اور تاجدار گولڑہ اور فتنۂ مرزائیت کا مطالعہ فرمائیں۔

مراجع

(۱) "بیس بڑے مسلمان" بحوالہ مولانا محمد اسماعیل اور تقویت الایمان، ص ۵۱، ۵۲، حضرت ابوالحسن زید فاروقی مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۲) اربعین (غلام احمد قادیانی) نمبر ۴، ص ۱۵، بحوالہ مرزائیت اور اسلام

(۳) شہادت القرآن (قادیانی) بحوالہ آفتاب گولڑہ اور فتنہء مرزائیت، ص ۱۵۷

(۴) انوار الباری، جلد ۱۱، ص ۱۰۷، بحوالہ مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان، ص ۵۰، از حضرت ابوالحسن زید فاروقی مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۵) العلامہ فضل حق الخیر آبادی (عربی) ص ۱۸۷۔۱۸۸، حاشیہ مکتبہ قادریہ لاہور

(۶) مولانا محمد اسماعیل اور تقویت الایمان، ص ۵۱

(۷) تاریخ محاسبہ قادیانیت، از خالد بشیر احمد، ص ۲۳

(۸) کتاب البریہ اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء، ص ۳ بحوالہ تاریخ محاسبہ قادیانیت، ص ۲۳، ۲۴

(۹) الاقتصاد فی مسائل الجہاد، از مولوی محمد حسین لاہوری، ص ۴۹، ۵۰

(۱۰) مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

(۱۱) ارواح ثلاثہ حکایت ۷۳، بحوالہ مولانا محمد اسماعیل اور تقویت الایمان، ص ۴۹

(۱۲) ہمفرے کے اعترافات، ص ۵۲، ۵۳

(۱۳) مولانا محمد اسماعیل اور تقویت الایمان، ص ۹۸

(۱۴) ایضاً" ص ۸۴

(۱۵) سوانح احمدی بحوالہ تحریک حقائق بالاکوٹ، ص ۷۰

(۱۶) تاریخ محاسبہء قادیانیت، ص ۶۰، ۶۴

(۱۷) توضیح مرام (مرزا قادیانی) بحوالہ تاریخ محاسبہ قادیانیت، ص ۶۷

(۱۸) مجموعہ مکاتیب بحوالہ تاریخ محاسبہ قادیانیت، ص ۶۸

(۱۹) تاریخ محاسبہ قادیانیت، ص ۱۶۱

(۲۰) مہر منیر، ص ۲۰۳

(۲۱) ائمہ تلبیس بحوالہ تاریخ محاسبہ قادیانیت، ص ۱۹۱

(۲۲) مہر منیر، ص ۲۱۱، ۲۱۴

(۲۳) تاریخ محاسبہ قادیانیت، ص ۱۸۷

(۲۴) تاجدار گولڑہ اور رد مرزائیت، ص ۳۸

